www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ
مترجم: عبدالجبار سلفی☆

یومِ عاشوراء کی شرعی حیثیت

تمہید: اللہ رب العزت نے جب سے زمین و آسمان پیدا فرمائے ہیں، مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی ہے یعنی محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ ...... ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں: محرم، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور ان میں سے محرم الحرام کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

ہادئ عالم محمد رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا تھا کہ "رات کا کونسا حصہ بہتر ہے اور کونسا مہینہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا: رات کا درمیانی حصہ بہتر ہے اور افضل مہینہ، اللہ کا وہ مہینہ ہے جسے تم محرم کہا کرتے ہو" (رواہ النسائی) ...... اس سے مراد اس کا رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں سے افضل ہونا ہے کیونکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے یہی بات مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

أفضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله الذي تدعونه المحرم وأفضل الصلوة بعد الفريضة قيام الليل"

اور حضرت حسن کی مرسل روایت میں ہے :

أفضل الصلوة بعد المكتوبة الصلوة في جوف الليل الأوسط وأفضل الشهور بعد شهر رمضان المُحرم وهو شهر الله الأصَمّ

"فرض نمازوں کے بعد افضل نماز وہ ہے جو درمیانی رات کو ادا کی جائے یعنی تہجد اور رمضان المبارک کے بعد افضل مہینہ محرم ہے اور یہی اللہ کا مضبوط مہینہ ہے"

اور اس کے اللہ کی طرف منسوب ہونے سے ہی اس کی فضیلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ کسی خاص چیز کی نسبت ہی اللہ کی طرف ہوسکتی ہے جیسے رسول اللہ، خلیل اللہ، بیت اللہ، کتاب اللہ، ناقۃ اللہ انہی نسبتوں کی طرح اس مہینے کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے اور اسے شهر الله المحرم قرار دیا گیا ہے۔

اور حرمت والے مہینوں کا اللہ کے ہاں خاص احترام ہے ان میں لڑائی جھگڑا، دنگا فساد تو بالکل ہی نہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ، فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ...... ﴾

"اللہ کے ہاں اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور اس دن سے ہے جس دن، اس نے

☆ رکن مجلس التحقیق الاسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین و آسمان پیدا فرمائے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی سیدھا (اور معتدل) دین ہے، لہٰذا تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔" (التوبة : ۳۶)

جس طرح حرمت والے مہینوں میں محرم الحرام کو شہر اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے اس طرح اس مہینے کے دنوں میں عاشوراء کو بھی خاص شرف حاصل ہے کیونکہ اس دن اللہ نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی تھی اور بروایت امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ اسی دن قوم یونس کی توبہ قبول ہوئی اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ

رسولِ کریم ﷺ عاشوراء کے روز بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر سے گزرے اور وہ روزہ سے تھے۔ آپ نے ان سے اس دن کے روزہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی تھی اور فرعونِ مصر کو غرق کیا تھا تو اللہ کے رسول نے فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے تم سے زیادہ حق دار ہیں، لہٰذا آپ نے اپنے صحابہ کو اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام اس روز خود بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے اور ان کے لیے کھلونے بناتے جب وہ روتے تو انہیں ان سے شام تک بہلاتے تھے اور یہ معاملہ فرضیت صیام رمضان تک رہا۔ اس کے بعد اس کی پابندی ختم ہوگئی اور فضیلت باقی رہ گئی۔

حضرت رسول کریم ﷺ سے ایک آدمی نے عاشوراء کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"أحتسب على الله أن يُكفِّرَ السنة التي قبله"

"میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کے بدلے گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمائے گا"

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہمیں عاشوراء کے روزے کا حکم دیتے تھے اور اس کی فضیلت بھی بتاتے تھے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے اس کی پابندی کا حکم ترک کر دیا ہاں البتہ آپ خود روزہ ضرور رکھتے بلکہ فرمایا تھا کہ میں آئندہ سال دو روزے رکھوں گا لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ (لطائف المعارف لامام ابوالفرج ابن رجبؒ بغدادی)

الغرض عاشوراء کے روز کرنے کا کام تو یہ تھا جو حضرت رسولِ مقبولؐ اور صحابہ کرام کرتے تھے لیکن شیطان نے اکثر مسلمانوں کو اصل راہ سے ہٹا کر افراط و تفریط میں مبتلا کر دیا کچھ لوگوں نے اس روز کو سیدنا حسینؓ بن علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی وجہ سے یومِ ماتم بنالیا چنانچہ وہ اس روز زنجیر زنی کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ کہ تم ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ اور کچھ لوگ اس دن کو یومِ مسرت و سرور قرار دے کر خوب کھلاتے پلاتے بھی ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں اور سرمہ، مہندی لگانے اور نہانے دھونے کو افضل سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں کچھ روایات بیان کرتے ہیں جن کی حقیقت امام ابن تیمیہؒ نے اس رسالہ میں بیان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں افراط و تفریط سے بچائے اور خالص اسلام پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین (عبدالجبار سلفی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام امام ابو العباس احمد ابن تیمیہ" دمشقی سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ عاشوراء کے دن مہندی سجانے، سرمہ لگانے اور غسل کرنے، مصافحہ لینے، خوشی کا اظہار کرنے اور کھلا کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں۔ کیا اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے کوئی صحیح حدیث مروی ہے؟...... اگر اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں تو کیا یہ بدعت ہے یا نہیں...... اور دوسری طرف ایک گروہ حزن وملال، رنج وغم، رونے پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور داستانیں پڑھنے رسننے کا اہتمام کرتا ہے، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا

جواب: عاشوراء کے دن اس طرح کے اُمور کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے اور نہ ہی ائمۃ المسلمین (بشمول ائمہ اربعہ) اور معتمد اصحاب کتب نے اپنی صحاح، سنن اور مسانید میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین سے اس سلسلے میں کوئی صحیح یا ضعیف چیز روایت کی ہے، اور نہ ان افعال واعمال کے متعلق خیر القرون میں کوئی صحیح حدیث رسول منظر عام پر آئی۔ لیکن بعض متاخرین نے اس سلسلے میں چند احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً

من اكتحل يوم عاشوراء لم يرمد من ذلك العام ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض من ذلك العام

"جس نے عاشوراء کے دن سرمہ لگایا وہ اس سال آنکھوں کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا اور جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا وہ اس سال بیمار نہیں ہوگا وغیرہ"

اور انہوں نے عاشوراء کے دن نماز کے فضائل بھی بیان کئے ہیں اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور اس دن حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر بلند ہوئی اور اسی دن حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی آپس میں ملاقات ہوئی اور اسی دن حضرت ابراہیمؑ نے آگ سے نجات پائی اور اسی دن حضرت اسماعیلؑ کے بدلے مینڈھے کا فدیہ دیا گیا وغیرہ۔

یومِ عاشوراء پر ایک موضوع حدیث کی تحقیق

اور متاخرین نے اس دن کے بارے میں رسول کریم ﷺ کے حوالے سے ایک من گھڑت روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة

"جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل عیال پر دل کھول کر خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال رزق کی تنگی آنے نہیں دے گا"

اس حدیث کا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنا محض جھوٹ وکذب بیانی ہے۔ دراصل یہ قول سفیان بن عیینہ کے حوالے سے ابراہیم بن محمد بن منتشر کوفی سے مروی ہے کہ اس نے کہا:

بلغنا أنه من وسع على أهله يوم عاشوراء وسّع الله عليه سائر سنته

"ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر دل کھول کر خرچ کیا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر اللہ تعالیٰ سارا سال فراخی رزق کر دے گا"

ابراہیم بن محمد بن منتشر کوفیوں سے تھا اور کوفہ میں دو گروہ تھے۔ ایک گروہ رافضیوں کا تھا جو اہل بیت کی محبت کا مدعی تھا اور اندرونی طور پر بے دین تھا یا جاہل اور ہوا وحرص کا پجاری، دوسرا گروہ ناصبیوں کا تھا جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا، کیونکہ ان کے اور حضرت علیؓ کے درمیان لڑائیاں ہوئی تھیں۔

دونوں فرقوں کی ضلالتوں کا پس منظر

صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

سیکون فی ثقیف کذاب و مبیر "عنقریب قبیلہ ثقیف میں کذاب اور ظالم ہوگا"

کذاب تو مختار بن ابی عبید ثقفی تھا جو بظاہر اہل بیت کی محبت کا مدعی اور ان کا مددگار تھا اور اس نے حضرت حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں سے لڑائی کرنے والے فوجی دستہ کے اعلیٰ افسر عبید اللہ بن زیاد امیر عراق کو قتل کیا (اور اس کے تمام ساتھیوں کی تکہ بوٹی کر دی تھی)۔ پھر اس نے جھوٹ بولا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ اس پر جبریلؑ نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا کہ مختار بن ابی عبید دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے تو عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ وہ سچ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ (شعراء:۲۲۲)

"کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں، وہ ہر جھوٹ بولنے والے اور گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں"

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی انہیں جواباً فرمایا کہ اس نے سچ کہا

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ (سورۃ انعام:۱۲۱)

"اور شیطان اپنے ہم نواؤں کی طرف خفیہ پیغام بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں"

جبکہ ظالم و جابر سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی تھا جو حضرت علیؓ اور ان کے گروہ سے عناد رکھتا تھا، اور پہلا کذاب ثقفی تھا جو روافض میں سے تھا اور بہت بڑا جھوٹا اور دین میں الحاد کرنے والا تھا، کیونکہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اور دوسرا ثقفی ظالم، ناصبی تھا اور اپنی حکومت کے خلاف کچھ کہنے والے کو سخت سزا دیتا تھا۔ جس شخص کو امیر عبدالملک کی نافرمانی کے الزام میں پکڑتا تو اس سے شدید انتقام لیتا...... کوفہ میں ان دونوں گروہوں کے مابین لڑائیاں اور فتنے عرصہ تک جاری رہے۔

عاشوراء کے دن حضرت حسینؓ شہید ہوئے اور آپ کو ظالم اور باغی گروہ نے قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی طرح درجہ شہادت سے سرفراز فرمایا جس طرح آپ کے اہل بیت میں سے حضرت حمزہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت علیؓ و دیگر صحابہؓ کو درجہ شہادت عطا فرمایا تھا اور شہادت کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کا درجہ اور مقام بلند کر دیا، کیونکہ آپ اور آپ کے برادر حضرت حسنؓ جنت کے نوجوانوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سردار ہیں، اور بلند مرتبے آزمائشوں کے بغیر نہیں ملتے...... رسولِ اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ آزمائشیں اور مصیبتیں کن پر نازل ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا:

"الأنبياء ثم الصالحون ثم الأمثل فالأمثل، يبتلى الرجل على حسب دينه فإن كان في دينه صلابة، زيد في بلائه وإن كان في دينه رقة، خفف عليه ولا يزال البلاء بالمؤمن حتى يمشي على الأرض وليس عليه خطيئة" (سنن ترمذی)

"سب سے پہلے انبیاء پھر صالحین پھر درجہ بدرجہ آدمی اپنے دین کی حیثیت کے مطابق آزمایا جاتا ہے، اگر وہ اپنی دینداری میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش زیادہ کی جاتی ہے، اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو تخفیف کی جاتی ہے۔ مؤمن پر مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے مقدر میں بلند مقام و مرتبہ لکھ دیا تھا۔ لیکن ان دونوں کو اپنے بزرگوں کی طرح مصائب جھیلنے نہ پڑے کیونکہ یہ رِفعت اسلام کے دور میں پیدا ہوئے تھے اور بڑے لاڈ پیار میں پرورش پائی تھی اور تمام مسلمان ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے۔ جب رسولِ اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ سن تمیز کو بھی نہ پہنچے تھے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے ان کو ایسی آزمائش میں ڈالا جس کے ذریعے وہ اپنے اہل بیت کے دیگر بزرگوں کے بلند مراتب تک پہنچ گئے، کیونکہ حضرت علیؓ ان سے افضل تھے اور شہید فوت ہوئے اور حضرت حسینؓ کے قتل سے ایسے ہی فتنے پیدا ہوئے جیسے (ان کے خالو) حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پیدا ہوئے تھے اور ان کی شہادت کے سبب آج تک امت متفرق نظر آرہی ہے، اس لئے تو حدیث میں آیا ہے: ثلاث من نجا منهن فقد نجا: موتي وقتل خليفة مضطهد والدّجّال

"تین چیزوں سے جو شخص بچ گیا، وہ کامیاب ہو گیا: میری موت، بے گناہ خلیفہ کے سنگ دلانہ قتل سے اور دجال کے فتنے سے"

نبی اکرمؐ کی وفات سے سانحۂ کربلا تک مختصر تاریخی واقعات

رسولِ اکرم ﷺ کی وفات بہت بڑے فتنوں کا سبب بنی، بہت سے لوگ فتنوں میں پڑ کر اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو عزم و استقلال عطا کر کے ان کے ذریعے ایمان کو استحکام بخشا اور امن و امان بحال ہو گیا۔ انہوں نے مرتدین کو اسی دروازے میں داخل کیا جس سے وہ نکلے تھے، اور اہل ایمان جس دین میں داخل ہوئے تھے، اسی پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اعداء اللہ کے مقابلے میں قوت، جہاد اور شدت اور اولیاء اللہ کے لئے نرمی پیدا کر دی، اس قوت اور نرمی کی وجہ سے ثابت ہوا کہ آپ واقعی خلیفۂ رسولؐ ہونے کے مستحق ہیں۔

خلافت عمر فاروقؓ و شہادت: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مجوسی کفار اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو سرنگوں اور اسلام کو سربلند کیا اور نئے شہر بسائے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وظائف جاری کئے، دفاتر قائم کئے، عدل و انصاف کو وسعت دی اور سنت کو قائم کیا۔ آپ کے دورِ خلافت میں اسلام نے فروغ پایا جس کی تصدیق قرآنِ کریم میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (سورۂ فتح:۲۸) "اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو سب اَدیان پر غالب کردے، اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے"

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا﴾ (سورۂ نور:۵۵)

"اللہ نے تم میں سے مؤمن اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین پر ایسے خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کے اس دین کو استحکام عطا فرمائے گا جو ان کے لئے اس نے پسند کیا ہے، اور ان کا خوف اَمن میں بدل دے گا، چنانچہ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے"

اور رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

إذا هلك كِسرى فلا كسرى بعده وإذا هلك قيصر فلا قيصر بعده والذي نفسي بيده لَتُنفِقَنَّ كنوزهما في سبيل الله

"جب کسریٰ ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے"

حضرت عمر فاروقؓ ہی وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے ان خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور آپ ہی خلیفۂ راشد اور ہدایت یافتہ تھے۔ پھر آپ نے معاملہ خلافت چھ آدمیوں کی شوریٰ پر ڈال دیا۔

خلافتِ حضرت عثمانؓ اور شہادت: پھر مہاجرین و انصار نے بغیر کسی خوف و طمع کے حضرت عثمانؓ پر اتفاق کیا اور سب نے بلا جبر و اِکراہ بیعت کرلی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے آخر میں کچھ اَسباب پیدا ہوئے کہ فسادی لوگ اہل علم پر ظالمانہ طور پر غالب آگئے اور وہ فتنے پھیلاتے رہے، حتیٰ کہ انہوں نے بغیر کسی سبب کے صابر و محتسب خلیفہ کو ظالمانہ طریقہ سے شہید کردیا۔

آپ کی شہادت کے بعد دلوں میں دوری ہوگئی، مصائب بڑھ گئے، شریر غالب ہوئے اور شرفاء مغلوب اور جس خیر و صلاح کا قیام مسلمانوں کے مابین واجب تھا، وہ جاتا رہا اور خیر و فلاح سے عاجز رہنے والے فتنہ و فساد پھیلانے میں پیش پیش ہونے لگے۔

خلافتِ حضرت علیؓ: انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کی بیعت کی اور آپ اس وقت سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے اور بقیہ لوگوں سے افضل تھے، لیکن دل جدا تھے اور فتنہ کی آگ بھڑک رہی تھی۔ معاملہ متفق نہ رہ سکا اور جماعت منظم نہ ہوسکی اور خلیفہ راشد و صحابہ کرام خیر و صلاح کو قائم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ رکھ سکے، فرقہ اور فتنہ پھیلی بہت سے لوگوں نے حصہ لیا اور ہوا جو ہوا......!

خوارج کا ظہور: حتیٰ کہ خارجی ظاہر ہوئے، یہ کثرت سے نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھیوں سے جنگ کی۔ اور حضرت علیؓ نے اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے ان سے لڑائی کی اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول و حدیث کی اطاعت کی جس میں آپ نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَحقِر أحدكم صلاته مع صلاتهم و صيامه مع صيامهم و قراء ته مع قراء تهم يقرء ون القرآن ولا يجاوز حناجرهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السّهم من الرميّة اينما لقيتموهم فاقتلوهم فإن في قتلهم أجرا عند الله لمن قتلهم يوم القيامة

(ان کی صفات یہ ہوں گی کہ) "تم میں سے ہر ایک کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز، اپنے روزے کو ان کے روزے اور تلاوتِ قرآن کو ان کی تلاوت کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے ایسے نکلے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔ جہاں بھی ان کو پاؤ، ان کو قتل کرو۔ ان کے قتل میں عنداللہ قیامت کے دن اجر و ثواب ہے" (صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ) دوسری جگہ فرمایا:

تمرق مارقة على حين فرقة من المسلمين يقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق

"مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ان سے ایک گروہ نکلے گا، ان کو حق سے زیادہ قریب تر جماعت قتل کرے گی" (بخاری، مسلم)

اس مارقہ (اطاعت امیر سے نکلنے والے گروہ) سے مراد خارجی (فرقہ حروریہ) ہی تھے جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کے وقت نمایاں ہوئے۔ لیکن یاد رہے کہ اس طرح کی لڑائیاں مسلمانوں کو ایمان سے خارج نہیں کرتیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (سورۂ حجرات: ۹)

"اگر مؤمنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کی صلح کرا دو۔ اگر ایک جماعت دوسری پر بغاوت کرے تو باغی جماعت سے لڑو، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے" آخر میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (سورۂ حجرات)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (باوجود لڑائی اور بعض کی بعض پر بغاوت کے) "مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو"

اگر ایک جماعت دوسری پر بغاوت کرے تو باغیوں سے قتال کیا جائے گا، البتہ آپ نے چھوٹتے ہی لڑائی کرنے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت علیؓ حق کے زیادہ قریب تھے: رسول اکرم ﷺ نے بتا دیا تھا کہ طائفة مارقة کے ساتھ حق سے قریب تر جماعت لڑے گی، پس حضرت علیؓ نے ان سے لڑائی کی تو ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے ساتھی حضرت امیر معاویہؓ کی بہ نسبت حق کے زیادہ قریب تھے اور دونوں ہی ایماندار تھے۔

حضرت علیؓ کی شہادت اور خلافت حضرت حسنؓ: حضرت علیؓ کے ابتدائی ساتھیوں اور بعد کے دشمن خارجیوں میں سے بدبخت شخص عبدالرحمٰن بن مُلجم کوفی نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کو شہید کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور خلافت کے ناموس کا تحفظ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت حسنؓ کی بیعت کرلی، آپؓ کی بیعت سے رسول اللہ ﷺ کی وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی جو آپؐ نے مسجد نبوی کے منبر پر فرمائی تھی کہ

إن ابني هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين "میرا یہ بیٹا سید ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا"

حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادی۔ اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے آپؓ کی تعریف ومدح فرمائی۔ اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ صلح واصلاح ہی وہ چیز ہے جو اللہ ورسولؐ کو پسند ہے۔ اللہ ورسولؐ اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد کوفیوں کی ریشہ دوانیاں: پھر حضرت حسنؓ فوت ہوکر بزرگی اور اللہ کی رضامندی حاصل کرگئے۔ بعد میں چند گروہ کھڑے ہوئے، انہوں نے حضرت حسینؓ سے خط وکتابت کی اور خلافت کے معاملے میں آپ کو نصرت کا یقین دلایا لیکن وقت آنے پر اس عہد کو پورا نہ کرسکے، بلکہ جب حضرت حسینؓ نے ان کی طرف اپنے چچازاد بھائی کو بھیجا تو انہوں نے وعدہ خلافی کی، عہد کو توڑا اور جس کو حمایت ودفاع کا یقین دلایا تھا، اسی کے خلاف ہوگئے۔

سفر حسینؓ اور صحابہؓ کے مشورے: جب حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت حسینؓ سے دلی محبت رکھنے والے دانشمند صحابہؓ مثلاً عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ کوفہ نہ جائیں اور اہل کوفہ کی پیش کش قبول نہ کریں، انہوں نے خیال کیا کہ حضرت حسینؓ کا وہاں جانا درست نہیں، اور آپ کے کوفہ جانے سے خوش آئند اثرات مرتب نہ ہوں گے، اور انہوں نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا اور دراصل ہر کام اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوکر رہتا ہے۔

جب حضرت حسینؓ کوفہ کی طرف نکل پڑے تو وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ معاملہ الٹ ہوچکا ہے اور کوفیوں کی وفاداریاں طوطا چشمی بن چکی ہیں، محبت دشمنی کا روپ دھار گئی ہے۔ تب انہوں نے کوفیوں سے کہا کہ مجھے واپس لوٹنے دو یا بعض محاذوں پر جانے دو یا مجھے اپنے چچازاد بھائی یزید کے پاس جانے دو۔ لیکن انہوں نے ایک بھی نہ مانی اور آپؓ کو قید کرنا چاہا اور آپؓ سے جنگ کی، آپ بھی مقابلہ میں لڑے، انہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کیا۔ چنانچہ آپؓ مظلوم شہید ہوئے آپ کو اللہ نے مرتبہ شہادت سے نوازا اور آپ کو اہل بیت طاہرین کے ساتھ ملایا اور آپ کو ظلم سے شہید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کو اس دنیا میں ہی رسوا اور ذلیل و خوار کر دیا۔

- آپ کی شہادت لوگوں کے درمیان فتنہ بن گئی۔ اب ایک جاہل اور ظالم فرقہ پیدا ہو گیا، جو آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور یوم عاشوراء کو ماتم، حزن اور آہ و فغاں کا دن بنا لیتا ہے، اور اس دن جاہلیت کے شعار و عادات یعنی رونے پیٹنے، کپڑے پھاڑنے جیسے جاہلانہ افعال کا اظہار کرتا ہے۔

مصیبت کے وقت اللہ و رسولؐ کا حکم

اللہ و رسولؐ نے مصیبت کے وقت جس بات کا حکم دیا ہے، جبکہ مصیبت تازہ بھی ہو تو وہ صرف صبر کرنا، اس پر اجر کی امید رکھنا اور إنا لله وإنا إليه راجعون کہنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوْا: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ)

"اور خوشخبری دو ان صابرین کو جن پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے رحمتیں ہیں اور ان کے لئے آخرت میں درجات ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (بخاری، کتاب الجنائز)

ليس منا من لطم الخدود، وشق الجيوب و دعا بدعوىٰ الجاهلية

"رخساروں کو پیٹنے، کپڑوں کو پھاڑنے اور جاہلیت کے بول بولنے والا ہم سے نہیں ہے"

اور یہ بھی فرمایا ہے:

النائحة إذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب

"نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس پر خارش والی اوڑھنی ہو گی اور تارکول کا لباس ہو گا" (مسلم، کتاب الجنائز)

اور مسند میں حضرت فاطمہ بنت حسینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من رجل يصاب بمصيبة فيذكر مصيبة وإن قدمت فيحدث لها استرجاعا إلا اعطاه الله من الأجر مثل أجره يوم أصيب بها

"جس آدمی کو کوئی دکھ پہنچے اور وہ اپنی مصیبت کو یاد کرے، اگرچہ مصیبت پرانی ہو چکی ہو اور إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت وہی اجر دے گا جو اسے مصیبت کے وقت صبر کے بدلے میں دیا تھا"

اور مؤمنوں کو چاہئے کہ وہ حضرت حسینؓ یا کسی اور کی مصیبت کو اتنے لمبے عرصے کے بعد یاد کریں تو اللہ و رسولؐ کے حکم کے مطابق إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھیں، تاکہ انہیں وہی اجر اللہ عطا فرمائے جو اجر صاحبِ مصیبت کو دکھ کے وقت دیا تھا، اللہ کا مؤمنوں پر یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ اور جب نئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصیبت کے وقت اللہ ورسول کا صبر واحتساب کے متعلق یہ حکم ہے تو لمبی مدت والی مصیبت کے وقت بالاولیٰ یہ حکم ہے کہ صبر کیا جائے۔ لیکن شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یوم عاشوراء کو یوم ماتم بنا کر مزین کیا، بعض لوگ اس دن چیخ وپکار اور نوحہ وغیرہ کرتے ہیں اور حزن وغم کے قصے اور داستانیں پڑھتے ہیں اور ایسی کہانیاں سناتے ہیں جو جھوٹ سے لبریز ہوتی ہیں۔

ماتم کا مقصد: اس طرح کے ماتم کا مقصد سوائے تجدید حزن وملال اور تعصب پھیلانے کے اور کچھ نہیں۔ شیطان چاہتا ہے کہ اس عمل کے ذریعے دفن شدہ رنجشیں اور نفرتیں تازہ ہو جائیں اور اہل اسلام کے مابین لڑائی اور فتنے کا سانپ زندہ ہو جائے۔ شیطان کے مکروفریب میں آجانے والے حضرات اس روز سابقون الاولون صحابہ کرامؓ پر سب وشتم اور تبرا بازی بھی کرتے ہیں۔ اور اسلامی گروہوں میں اس گمراہ فرقہ سے کوئی اور گروہ زیادہ جھوٹ بولنے اور مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے والا نہیں ہے۔ یہ لوگ اس عمل کی بنا پر خوارج سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

ان خارجیوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"يقتلون أهل الاسلام و يدعون أهل الأوثان"

"یہ لوگ اہل اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے"

اور دوسرے حضرات حب اہل بیت کے دعویٰ کے باوجود آپ کے گھرانے سے تعلق رکھنے والے سادات کرام اور آپ کی امت مسلمہ کو ملیامیٹ کرنے کے لئے یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی مدد کرتے ہیں۔ سقوطِ بغداد کے وقت انہی حضرات نے تاتاری مشرکوں سے معدنِ نبوت ورسالت اور ہاشمی عباسی سادات کرام کو قتل کروایا تھا اور ان سے مل کر شہروں کو اجاڑا اور مسلمانوں کا قتل عام کرایا اور ان کو قیدی بنوایا، ان کا شر اور تکلیف اسلام اور اس کے نام لیواؤں پر اس قدر زیادہ ہے کہ ایک فصیح و بلیغ آدمی اپنی کلام میں بیان نہیں کر سکتا۔

ناصبیوں کا اقدام

ان کے مقابلہ میں متعصب ناصبیوں کی جماعت وجود میں آئی جنہوں نے گندگی کا جواب گندگی سے، جھوٹ کا جھوٹ سے اور برائی کا بدلہ برائی اور بدعت کا بدلہ بدعت سے دیا، انہوں نے عاشوراء کے دن خوشی اور شادمانی منانے کے لئے آثار واقوال وضع کئے، مثلاً سرمہ لگانا، مہندی لگانا، اہل وعیال پر اس دن کھلے دل سے خرچ کرنا اور وہ کھانے پکانا جو دوسرے ایام میں نہیں پکایا کرتے اور ایسی رسومات ادا کرنا جو عیدین اور خوشی کے موقعوں پر کی جاتی ہیں، اس ناصبی قوم نے یوم عاشوراء کو عید کا دن بنا لیا اور رافضیوں نے اس دن کو ماتم اور رونے پیٹنے کا دن بنا لیا۔ دونوں گروہ ہی بھٹکے ہوئے اور بعید از سنت ہیں، ... لوگ برے ارادے والے اور جاہل و ظالم ہیں، تاہم اللہ نے عدل واحسان کا حکم دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

إنه من يعش منكم بعدي فيسرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل بدعة ضلالة

"جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ عنقریب بڑے اختلافات دیکھے گا پس تم پر میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، اسے لازم پکڑلو اور اسے اپنی داڑھوں میں لے کر اس چمٹ جاؤ اور نئے امور سے بچو کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے"

یومِ عاشوراء کی شرعی حیثیت

آنحضرت ﷺ اور خلفاءِ راشدین سے عاشوراء کے دن ان امور سے کوئی چیز ثابت نہیں جو آج ہم اپنے گردوپیش دیکھتے ہیں، نہ ہی رونے پیٹنے اور نہ خوشی کرنے کے متعلق کوئی ہدایت موجود ہے۔ صرف اتنا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں آئے تو دیکھا کہ یہودی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے، انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نجات دی تھی، پس ہم روزہ رکھتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: ہم حضرت موسیٰؑ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ آپؐ نے روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم بھی دیا۔ قریش بھی اسی وجہ سے جاہلیت میں اسی دن کی تعظیم کرتے تھے۔ اور جب آپؐ نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا تو یہ ایک دن کا روزہ تھا، آپؐ ربیع الاول میں مدینہ تشریف لائے تھے اور آپؐ نے آئندہ سال روزہ رکھا اور روزے کا حکم دیا، پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ اور علماءِ کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ روزہ واجب تھا یا نہیں؟ پھر اس کے بعد جو یہ روزہ رکھتا تھا، مستحب جان کر رکھتا تھا اور آپ نے عام لوگوں کو اس دن کے روزے کا حکم نہیں دیا کہ بلکہ فرمایا: **"هذا يوم عاشوراء وأنا صائم فيه فمن شاء صام"**

"یہ عاشوراء کا دن ہے اور میں روزہ دار ہوں جو چاہے اس دن کا روزہ رکھ لے"

اور یہ بھی فرمایا:

"صوم يوم عاشوراء يكفر سنة وصوم يوم عرفة يكفر سنتين"

"عاشوراء کے دن کا روزہ سال بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور یوم عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

اور جب آپؐ نے آخر عمر میں یہود کو دیکھا کہ یہود اس دن کو عید بھی سمجھتے ہیں تو آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا۔ یعنی آپ یہودیوں کی مخالفت کریں گے اور ان کے عید منانے میں مشابہت نہیں کریں گے۔

بعض صحابہ ایسے بھی تھے جو اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے اور نہ مستحب سمجھتے تھے بلکہ اسی دن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روزہ رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ جبکہ دیگر علماء اس روزے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روزہ اس کے لئے مستحب ہے جو ۹ تاریخ کا بھی روزہ رکھے کیونکہ یہ آپ کا آخری ارادہ تھا کہ اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال ۹ تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا۔

خلافِ عادت کھانا یا عبادت کرنا

روزہ کے علاوہ اُمور مثلاً خلافِ عادت کھانا پکانا خواہ دانے ہوں یا کوئی اور چیز یا نیا لباس پہننا اور کھلا خرچ کرنا اور اس دن سال بھر کی ضروریاتِ زندگی خریدنا یا کوئی خاص عبادت کرنا، مثلاً خاص نماز یا جانور ذبح کرنا اور اس طرح سرمہ لگانا، نہانا، مہندی لگانا، مصافحہ کی کثرت یا مسجدوں کی زیارت کرنا وغیرہ یہ سب کچھ بدعاتِ منکرہ ہیں، رسول اللہ ﷺ یا خلفاءِ راشدین اور ائمہ کرام نے ان کو مستحب نہیں سمجھا، نہ مالک اور ثوری نے، نہ لیث بن سعد اور ابو حنیفہ و اوزاعی نے اور نہ ہی شافعی و احمد (رحمہم اللہ) اور اسحاق راہویہ اور دیگر اصحاب نے اسے مستحب سمجھا ہے۔

اگرچہ بعض متاخرین ان میں بعض اُمور کا حکم دیتے ہیں اور اس سلسلے میں بعض آثار و احادیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان اُمور میں بعض صحیح ہیں۔ لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ واضح غلطی پر ہیں۔ حرب کرمانی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ سے اس حدیث من وسّع علی أهل يوم عاشوراء (جس نے یوم عاشوراء کو فراخی کا اہتمام کیا) کے متعلق سوال کیا گیا تو امام صاحبؒ نے اس کو ثابت شدہ امر نہ سمجھا (فلم يره شيئًا)...... اس بارے میں ان کی سب سے بڑی دلیل وہ ہے جو ابراہیم بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے:

بلغنا أنه من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته

"ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے یوم عاشوراء منانے والوں پر فراخی کی تو اللہ اس پر پورا سال کشادگی فرمائے گا"

مزید کہتے ہیں کہ ہم نے اس بات کو ساٹھ سال سے آزمایا اور صحیح پایا ہے۔ اس روایت کے راوی ابراہیم بن محمد بن منتشر اہل کوفہ سے ہیں اور انہوں نے اس شخص کا نام نہیں لیا جس سے انہوں نے روایت کی ہے اور نہ ہی اس کا نام لیا ہے جس سے اسے یہ بات پہنچی ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قول کا کہنے والا اہل بدعت سے ہو جو حضرت علیؓ اور اس کے ساتھیوں سے بغض رکھتے ہیں، جو رافضیوں کا مقابلہ جھوٹ سے کرتے ہیں اور فاسد کا بدلہ فاسد سے اور بدعت کا بدلہ بدعت سے دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے جبکہ شریعت میں ابن عیینہ کا قول بھی حجت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا انعام کیا تھا لیکن نعمتِ خداوندی کی وجہ یہ نہیں کہ وہ یوم عاشوراء کو فراخی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سفیان بن عیینہ سے افضل لوگوں پر بھی انعامات کیے ہیں، لیکن وہ تو عاشوراء کے دن کوئی خصوصی اہتمام نہیں کرتے تھے اور حضرت سفیان کا معاملہ ایسا ہے جس طرح لوگ نذر مانتے ہیں اور اللہ ان کی حاجت براری کر دیتا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اس حاجت روی کا سبب نذر ہی ہے۔ اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے نذر سے منع کیا ہے اور کہا کہ نذر کوئی بھلائی نہیں لاتی بلکہ وہ تو بخیل آدمی سے کچھ نکالتی ہے، جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میری حاجت نذر سے پوری ہوئی تو اس نے اللہ و رسولؐ پر افتراء باندھا اور لوگ تو اللہ کی اطاعت پر اور آپؐ کے دین اور راستے کی اتباع پر مامور ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا فرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی جانوں میں سے رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں حکمت سکھاتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا:

”إن خير الكلام كلام الله وخير الهدى هدي محمد وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة“

”سب سے بہتر کلام اللہ کی کلام ہے اور بہتر راستہ محمد ﷺ کا ہے اور بدترین کام جو (دین میں) نئے نکالے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

خلافِ شریعت حکم دینے والوں کے متعلق چند باتیں

اور اہل معرفت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ آدمی اگر ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے تو اس کی اتباع نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کی بات اللہ اور اس کے رسولؐ کے موافق نہ ہو، اور جس شخص نے کسی آدمی کا کوئی خلافِ عادت کام یا کوئی تاثیر دیکھ کر خلافِ کتاب و سنت اس شخص کی اتباع کی تو وہ شخص دجال کے پیروکاروں کی طرح ہے، کیونکہ دجال آسمان کو کہے گا، بارش برسا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو کہے گا کہ انگوریاں اگا تو وہ انگوریاں پیدا کرے گی اور ٹیلے کو کہے گا: نکال اپنا خزانہ، پس اس کے ساتھ سونے اور چاندی کے خزانے نکلیں گے اور آدمی کو قتل کرے گا پھر اسے کھڑا ہونے کا حکم دے گا چنانچہ آدمی کھڑا ہو جائے گا۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ کافر ملعون اور اللہ کا دشمن ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا

”کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنی اُمت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو، اور میں بھی تم کو دجال سے ڈراتا ہوں کہ وہ آنکھ سے کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ یک چشم نہیں ہے، اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جو ہر پڑھا ہوا یا ان پڑھ مؤمن پڑھ سکے گا اور جان لو کہ تم میں سے کوئی شخص موت سے پہلے اپنے ربّ کو نہیں دیکھ سکے گا“ (صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے، آپؐ فرماتے تھے:

اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ومن عذاب قبر ومن فتنة المحيا والممات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن فتنة المسيح الدجال (صحیح بخاری: کتاب الجنائز)

"اے اللہ! میں تجھ سے جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں پناہ مانگتا ہوں زندگی و موت اور دجال لعین کے فتنہ سے"

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس جھوٹے دجال نہ نکلیں گے۔ ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے جھوٹے دجال ہوں گے، تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی، پس ان سے بچو کیونکہ ان لوگوں پر شیطان اترتے ہیں اور ان کے کانوں میں نئی نئی باتیں ڈالتے ہیں۔ انہی جیسوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ (سورۃ الشعراء)

"کیا میں تم کو خبر نہ دوں، شیطان کن پر اترتے ہیں، ہر بہتان طراز اور گنہگار پر اترتے ہیں، اور وہ ان کے کانوں میں باتیں ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں"

اور اس بدنامِ زمانہ ٹولے کا اولین جھوٹا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا (یہ عبداللہ بن عمر فاروق کا برادرِ نسبتی یعنی ان کی بیوی صفیہؓ کا سگا بھائی تھا اور اہل بیت کے نام سے خود حکومت کرنے کا خواہشمند، بڑا مکار انسان تھا)...... جو شخص شیطانی اور رحمانی اَحوال کے درمیان فرق نہ کرے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو حضرت محمد ﷺ اور مسیلمہ کذاب کے درمیان برابری کرتا ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب کا ایک شیطان تھا، وہ اس پر اترتا اور اس کی طرف وحی کرتا تھا۔

ان لوگوں کی علامات میں سے یہ ہے کہ 'سماع' کے وقت ان پر 'حال' طاری ہو تو وہ اپنے منہ سے جھاگ نکالتے ہیں اور کانپتے ہیں اور ایسی کلام کرتے ہیں جس کا معنی سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ شیطان ان کی زبانوں پر بولتے ہیں۔

اولیاءُ اللہ اور اولیاءِ شیطان میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ آدمی کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے دوست وہ لوگ ہیں جن کی تعریف اللہ نے اپنی کتاب میں کی ہے

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

"خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے، وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں" ...... ہر متقی اللہ کا ولی ہے۔

اور صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ نے فرمایا

"جس شخص نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی، اس نے مجھے لڑائی کا چیلنج دیا اور میرا کوئی بندہ میرے تقرب کے لئے میری فرض کردہ عبادت سے زیادہ محبوب عمل میرے سامنے پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکتا۔ فرائض کے علاوہ نوافل کے ذریعہ میرا بندہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، جب میں اس سے محبت کروں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ میرے ساتھ ہی سنتا ہے، میرے ساتھ ہی دیکھتا ہے اور میرے ساتھ ہی پکڑتا ہے اور میرے ساتھ ہی چلتا ہے (یعنی وہ ہر کام میرے حکم کے مطابق ہی کرتا ہے) اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے۔ میں اسے جواب دیتا ہوں اور جب پناہ مانگتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور میں اپنے کرنے والے کام میں کبھی بھی اتنا تردد نہیں کرتا، جتنا میں اپنے مؤمن بندے کی روح کو قبض کرتے کے وقت کرتا ہوں۔ وہ موت کو گراں سمجھتا ہے اور میں اس کی ناپسند چیز کو برا سمجھتا ہوں اور موت کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ بھی نہیں۔"

اور دین اسلام دو اُصولوں پر مبنی ہے، ایک تو یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، دوسرا یہ کہ اسی طرح عبادت کریں جس طرح اس نے بتایا ہے، نہ کہ اپنے طریقے سے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا﴾

"جو شخص اللہ کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے"

پس عمل صالح وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے۔ آپ کو مسنون اور مشروع عمل ہی پسند تھا۔ اس لئے حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے:

"اے اللہ! میرے سارے عمل کو نیک کردے اور اس کو اپنی رضامندی کے لئے خالص کردے اور اس میں کسی کا حصہ نہ بنا یعنی اس میں خلوص ہی خلوص ہو، ریاکاری و نمود کا شائبہ نہ ہو"

اسی لئے اسلام کے اُصولوں کا دار ومدار تین حدیثوں پر ہے، ایک تو اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان:

(۱) إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى

"اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی"

(۲) "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهورد"

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے متعلق ہمارا کوئی امر نہیں تھا، وہ مردود ہے۔"

(۳) یہ کہ "حلال اور حرام صاف صاف ظاہر ہیں اور ان کے درمیان کچھ اُمور مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص شبہات سے بچ گیا۔ اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔ اس کی مثال اس چرواہے کی ہے، جو چراگاہ کے اردگرد مویشیوں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کو چراگاہ میں ڈال بیٹھے۔ خبردار! ہر بادشاہ کے لئے چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہا تو سارا جسم درست رہا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ دل ہی ہے"

[...... منقول از فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: ج ۲۵، ص ۲۹۹ تا ۳۱۷......]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ